موجود ہے۔ زیرنظر کتاب میں مذکورہ انگریزی کتاب کے منتخب حصوں کے ترجمے کے علاوہ کچھ نئے مباحث بھی شامل ہیں۔

کتاب میں چھ پیشین گوئیوں سے بحث کی گئی ہے۔ ان میں سے پانچ عہدنامہ قدیم کی ہیں۔ پہلی پیشین گوئی کتاب غزل الغزلات سے لی گئی ہے، جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے آپؐ کے شمائل بیان کیے ہیں۔ دوسری پیشین گوئی میں، جو کتاب استثناء سے ماخوذ ہے، آں حضرت کو 'حضرت موسیٰؑ کی مانند ایک نبی' کہا گیا ہے۔ تیسری پیشین گوئی میں، جو کتاب استثناء ہی کی ہے، آپ کو 'دس ہزار قدّوسیوں کے ساتھ فاران پہاڑ سے جلوہ گر ہونے' کی بات کہی گئی ہے۔ چوتھی پیشین گوئی حضرت یعقوبؑ کی زبانی کتاب پیدائش میں مذکور ہے، جس میں انھوں نے آپؐ کے لیے لفظ 'شیلوہ' استعمال کیا ہے۔ پانچویں پیشین گوئی حضرت داؤد نے زبور میں کی ہے، جس میں انھوں نے آپ کو 'ابدی ممدوح الامم' قرار دیا ہے۔ چھٹی پیشین گوئی (جس سے مصنف نے کتاب کے چوتھے باب میں بحث کی ہے) یہود کے ایک مذہبی صحیفے 'صعود موسیٰ' (جسے حضرت عیسیٰؑ کی بعثت سے کچھ عرصہ پہلے ضبط تحریر میں لایا گیا تھا) سے لی گئی ہے۔ ان پیشین گوئیوں کو نقل کرکے فاضل مصنف نے ان پر تفصیل سے بحث کی ہے اور بائبل کے مختلف زبانوں میں تراجم، شروح، لغات اور یہود کے نزدیک معتبر دیگر کتب کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ یہ پیشین گوئیاں حرف بہ حرف خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر صادق آتی ہیں۔ اور یہ آپؐ کے آخری رسول ہونے کی محکم دلیل ہے۔

تقابل ادیان کے موضوع پر یہ ایک عمدہ تصنیف ہے، جس میں اعلیٰ تحقیقی معیار کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس سے مصنف کے الفاظ میں ''محمد رسول اللہ ﷺ پر شعوری ایمان مضبوط ہوگا اور آپؐ کی نبوت کی ایک محکم دلیل سے آشنائی ہوگی'' (ص xii)۔ (م-ر)

بررسی ادبیات امروز ایران پروفیسر محمد استعلامی، مترجم: ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی

ناشر: گوشۂ مطالعات فارسی، پوسٹ باکس نمبر: ۱۱۴، علی گڑھ، صفحات: ۳۵۲، قیمت: ۱۶۴ روپے

زیر تبصرہ کتاب کے مصنف پروفیسر محمد استعلامی میک گل یونی ورسٹی، کینیڈا سے

وابستہ ہیں۔ ہم عصر ایرانی ادب کی تاریخ پر مشتمل ان کی یہ کتاب مختصر، جامع اور اہمیت کی حامل ہے، جو ایرانی کالجوں کے طلبہ کی نصابی ضرورتوں کے تحت تحریر کی گئی تھی۔ اس کتاب کے مترجم علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے ایس۔ٹی۔ہائی اسکول میں فارسی کے استاد، فارسی زبان وادب کے عالم اور اس زبان کے معروف شاعر ہیں۔ حال ہی میں ان کے فارسی کلام کا دوسرا مجموعہ 'سرمۂ اعتبار' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

یہ کتاب ایک مقدمہ اور آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ مقدمے میں فارسی زبان کی تین ہزار سالہ تاریخ کو مختصراً سمونے کی کوشش کی گئی ہے، جس کے تحت 'آغاز سے لے کر عہد غزنوی، عہد سلجوقی، عہد مغول، عہد صفوی، عہد بازگشت وغیرہ میں ادب کی صورت حال کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ باب اول تیرہویں صدی ہجری کے ایران میں ترقیات یوروپ کے زیر اثر نئی فکر اور نئی روشنی کی راہ ہموار کرنے والے زعماء، اہل علم، جدید دانش گاہوں، چھاپا خانوں، اخبارات اور ان کے بانیان اور مصنفینِ کتب کے بارے میں اجمالی معلومات فراہم کرتا ہے۔ باب دوم 'فارسی زبان میں سادہ نویسی کا رجحان' میں کچھ سرکردہ سادہ نویسوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان کی تحریروں سے نمونے پیش کیے گیے ہیں۔ اس میں مصنف نے لکھا ہے کہ فارسی زبان میں سادہ نگاری کا اظہار سب سے پہلے گیارہویں ہجری کے ابتدائی برسوں میں مغل بادشاہ اکبر اعظم (۹۶۳۔۱۰۱۴) کے وزیر ابوالفضل کی زبان سے ہوا۔ (ص ۶۹)

باب سوم 'زمانۂ انقلاب کی فارسی نثر' میں ان اہل قلم کا تذکرہ کیا گیا ہے جنھوں نے چودھویں صدی ہجری کے ابتدائی برسوں میں اپنی تصنیفات کے ذریعہ ایرانی عوام کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔ اس میں تین اہل قلم: زین العابدین مراغہ ای، عبدالرحیم طالب زادہ اور علی اکبر دہخدا کی شخصیت اور ان کی ادبی خدمات کو پیش کیا گیا ہے اور ان کی تخلیقات کے نمونے نقل کیے گیے ہیں۔ چوتھا باب داستان نویسی پر ہے، جس میں دیگر داستان نویسوں کے علاوہ محمد علی جمال زادہ، صادق ہدایت، جلال آل احمد، محمد حجازی، صادق چوبک اور علی محمد افغانی کا خصوصی مطالعہ کیا ہے اور ان کے امتیازات موثر تنقیدی پیرایے میں بیان کرتے ہوئے اقتباسات کے نمونے بھی پیش

کیے ہیں۔ مصنف نے لکھا ہے کہ فارسی میں ناول نگاری کا آغاز تاریخی ناولوں سے ہوا اور فارسی کا دوسرا تاریخی ناول ۱۳۳۹ھ میں بمبئی سے 'دام گسترن یا انتقام خواہان مزدک' کے نام سے شائع ہوا، جس کا مصنف صنعتی زادہ کرمانی تھا۔ (ص ۱۶۸)

پانچویں باب 'معاصر ایرانی شاعری اور اس کی قدر شناسی کے لیے ایک خاکہ' میں مصنف نے، شاعری کیا ہے؟ قدیم ہیئتوں میں احساسات وجذبات کے اظہار کی دشواریاں، عہد حاضر کی شاعری میں ہیئتوں کی تبدیلی اور آزادی میں نئے پن کی نوعیت، آج کے شاعروں کی طبقہ بندی کس طرح کی جائے؟ شعرنو اور موجِ نو کیا ہے؟ اور آج کی شاعری کی ضروریات و مطالبات، کے عنوانات کے تحت عمدہ اور نفیس فنی گفتگو کی ہے۔ اس کتاب کا چھٹا باب ڈرامے کے فن اور ایران میں ڈراما نگاری پر مشتمل ہے۔ ساتویں باب 'ادبیات اور نظری علوم میں تحقیق' میں جن ایرانی محققین اور ان کے تحقیقاتی کارناموں کا مطالعہ کیا گیا ہے ان میں محمد قزوینی، استاد فیروزانفر، سعید نفیسی، احمد کسروی، ڈاکٹر محمد معین اور ڈاکٹر پرویز ناتل خانلری شامل ہیں۔ آٹھواں باب بچوں اور نوجوانوں کے ادب کے مطالعے پر مشتمل ہے، جس میں محمد باقر ہوشیار، فضل اللہ صبحی مہتدی، صادق ہدایت، عباس نیمی شریف اور صمد بہرنگی کی تخلیقات کا تعارف، نقد اور عبارت کے نمونے شامل ہیں۔ آخر میں بطور ضمیمہ مصنف کی ایک دوسری کتاب 'ادبیات دورہ و بیداری معاصر' کے مقدمے کا ترجمہ شامل کردیا گیا ہے۔

اردو کتابوں کی اغلاط کی روایت کے مطابق اس میں بھی کتابت کی غلطیاں ہیں، اگرچہ کافی کم ہیں۔ ضرورت تھی کہ کتاب کے نام کا بھی عام فہم اردو میں ترجمہ کردیا جاتا۔

بحیثیت مجموعی زیرتبصرہ کتاب اپنے موضوع پر مختصر ہونے کے باوجود جامع اور منفرد ہے۔ اس کے ذریعہ، ہم عصر ایرانی ادب کی اجمالی تاریخ ہمارے سامنے آتی ہے۔ اس کی نثر میں علمیت، وضاحت، سادگی، دل کشی، بے تکلفی اور روانی پائی جاتی ہے اور مترجم نے اس کے مذکورہ خصائص کو بہ طریق احسن برقرار رکھا ہے۔ مصنف اور مترجم دونوں کی کوشش لائق قدر ہے۔

(محمد شہاب الدین)